

ذاتی تشخص ہے۔ اس معاملہ میں عورت لازماً اپنے شوہر کے تابع نہیں ہے۔ وہ دینی و اخلاقی طور پر ایک آزادانہ تشخص کی مالک ہے۔ اس کے اندر اگر بھلائی، نیکی اور خیر ہے تو وہ اسی کے لئے ہے، لیکن برائی، بدی اور سرکشی ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر آئے گا۔ چونکہ اسلام کے عائلی نظام میں مالی اعتبار سے شوہر بیوی کا کفیل ہوتا ہے لہذا ہمارے ہاں بعض خواتین کو غیر شعوری طور پر یہ مغالطہ لاحق ہو گیا ہے کہ شاید نیک کام کرنا بھلائیاں کماتا اور دین کی خدمت کرنا، یہ صرف مردوں کے کرنے کا کام ہے۔ اور مرد اگر یہ کام کر لیں تو عورتوں کے لئے کفایت کرے گا۔ اس مغالطہ کی ان آیات مبارکہ کی روشنی میں مکمل اصلاح ہو جانی چاہئے۔ اس کے لئے میں پھر وہی الفاظ دوہرا رہا ہوں جو سورۃ النساء کی آیت ۳۲ میں آئے کہ ﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

© rasailojaraid.co

وَأَحْزَدُ عَوَاثِنَ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

- ایک مسلمان کی انفرادی اجتماعی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- دعوت و تبلیغ اور غلبہ دین کی جدوجہد اضافی نیکی کے کام ہیں

یا بنیادی فرائض میں شامل ہیں؟
ان موضوعات پر ایک مختصر لیکن نہایت جامع کتابچہ

دینی فرائض کا جامع تصور

از: ڈاکٹر اسرار احمد

عمدہ کپیڈ کتابت • صفحات ۴۰ • قیمت: اشاعت خاص ۸/، اشاعت عام ۴/-

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶- کئے ماڈل ٹاؤن، لاہور

کتابتِ مصاحف اور علمِ ضبط (۲)

علامتِ ضبط کی ابتداء ان کے متنوع ارتقاء اور ان کے

زمانی اور مکانی ممیزات کا اجمالی جائزہ

— پروفیسر حافظ احمد یار —

۱۰۔ باقی روایات ابو الاسود الدؤلی تابعین میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمِ نحو کی ابتداء کی۔ ان کی تحریک میں خطوں کے ذریعے شکل (حروف کی آواز کو علامات کے ذریعے متعین کرنا) کے ایک نظام کی ابتداء کی (۱۷) ابو الاسود کے اس کام پر آمادہ ہونے کے محرکات کی مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کا باعث ان کا عبید اللہ بن زیاد کا اتالیق ہونا بنا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک موقع پر انہوں نے خود اپنی بیٹی کو غلط عربی بولتے سنا۔ تیسری وجہ یہ ہوئی کہ کسی عدالت میں مدعی نے اپنا کیس بالکل غلط عربی میں پیش کیا۔ چوتھی اور مشہور روایت، جس کا تعلق بھی براہ راست قرآن سے ہے، یہ ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو سورۃ التوبہ کی تیسری آیت میں لفظ ”وَرَسُولُهُ“ جر کے ساتھ (وَرَسُولُهُ) پڑھتے سنا (۱۸) ممکن ہے یہ ساری وجوہ ہی درست ہوں، جن کی بنا پر ابو الاسود نے نحو کے کچھ قواعد بھی مرتب کرنے کی ابتداء کی۔ بیان ہوا ہے کہ انہوں نے تیس آدمیوں کا انٹرویو لینے کے بعد ایک نہایت درست لہجے اور صاف تلفظ والے سمجھدار پڑھے لکھے آدمی کا انتخاب کیا (۱۹) ایک مصحف دے کر اسے اپنے سامنے بٹھایا اور خود آہستہ آہستہ قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ شخص مذکور کو الفاظ کے تلفظ کے وقت قاری کے منہ، ہونٹوں اور زبان کی حرکات کے لئے حروف پر مختلف جگہ پر سرخ سیاہی سے ایک خاص انداز میں نقطے لگانے کی ہدایت کی۔ ایک دن یا ایک مجلس میں کئے ہوئے کام پر وہ خود نظر ثانی کرتے تھے، یہاں تک کہ پورے قرآن مجید پر ”نقاطِ شکل“ لگانے کا کام مکمل

☆ ابوالاسود کے کام کا خلاصہ یہ ہے کہ :

- ۱۔ انہوں نے حرفوں کی آواز (حرکت) کو نقطوں سے ظاہر کیا۔
- ۲۔ یہ نقطے قرآن کی کتابت میں استعمال شدہ (کالی) سیاہی سے مختلف رنگ میں لگائے گئے۔ بالعموم یا کم از کم ابتداء میں ان علامتی نقطوں کے لئے سرخ رنگ ہی استعمال کیا گیا۔

- ۳۔ زبر (فتح) کے لئے متعلقہ حرف کے اوپر ایک نقطہ 'زیر' (کسرہ) کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ اور پیش (ضمہ) کے لئے حرف کے سامنے یعنی آگے بائیں طرف ایک نقطہ اور تنوین کے لئے دو دو نقطے مقرر کئے گئے۔

☆ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابوالاسود کو حرکات بذریعہ نقاط متعین کرنے کا خیال سریانی یا عبرانی زبان میں مستعمل طریقہ (حرکات بذریعہ نقاط) سے پیدا ہوا^(۲۱) جبکہ بعض اس نظریہ کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے بلکہ اس عمل کو ابوالاسود کی ایجاد قرار دیتے ہیں۔^(۲۲) بہر حال ابوالاسود نے ابتداء صرف حرکات ثلاثہ اور تنوین کو ہی نقطوں سے ظاہر کیا۔^(۲۳) (باقی علامات بعد کی ایجاد ہیں)۔ کتابت مصاحف میں اصلاح یا تکمیل رسم عثمانی کے لئے علامات ضبط مقرر کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی۔ اور یہ علامات بھی تمام الفاظ کی بنائی حرکات کے لئے نہیں بلکہ زیادہ تر صرف اعرابی حرکات کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کی گئی تھیں اور اس لئے ہی اسے فقط الاعراب کہتے تھے۔^(۲۴)

- ۱۱۔ ابوالاسود کا یہ طریقہ بہت جلد کوفہ کے بعد بصرہ اور پھر مدینہ منورہ تک کے مصاحف میں استعمال ہونے لگا (خیال رہے کہ عموماً بڑے شہر ہی کتابت مصاحف کے مرکز رہے ہیں) اگرچہ نقطوں کے لئے مختلف شکل اور مختلف جگہ بھی استعمال ہونے لگی۔ مثلاً کوئی نقطہ کو گول رکھتا اور اس لئے اسے "النقط المدور" بھی کہتے تھے، بعض نقطے کو مربع شکل میں لکھتے اور بعض اسے اندر سے خالی گول دائرہ (○) ہی بنا دیتے^(۲۵) مکہ مکرمہ میں ضمہ (پیش) کا نقطہ حرف کے (بائیں طرف سامنے کی بجائے) اوپر اور فتح (زبر) کا نقطہ حرف کے اوپر کی

بجائے اس سے پہلے دائیں طرف لگانے کا رواج ہو گیا۔ (۲۶)

کتابت مصاحف میں علامات ضبط کا یہ پہلا تنوع تھا جس کی بنا پر عموماً یہ پتہ چل جاتا تھا کہ کسی مصحف کی کتابت کس شریا کس علاقے میں ہوئی ہے۔

۱۲۔ ابوالاسود کی اس ”اصلاح“ کے باوجود ابھی تک یکساں صورت رکھنے والے حروف کی باہمی تمیز کے لئے کوئی تحریری علامت نہیں تھی اور ان کی درست قراءت کا انحصار تلقی و سماع پر ہی تھا (۲۷) عبدالملک اموی کے زمانے میں جب عربی کو دفتری زبان بنا دیا گیا تو نہ صرف قرآن کریم بلکہ عام عربی تحریر کو بھی اس التباس سے بچانا ضروری معلوم ہوا۔ خلیفہ کی اس خواہش کو عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے یوں پورا کیا کہ اس کے حکم پر بصرہ کے علماء میں سے ابوالاسود ہی کے دو شاگردوں نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے عربی ابجد کے حروف کو ان کی آوازوں کے مطابق اٹھائیں حروف میں بدلا اور چھوٹے چھوٹے نقطوں کے ذریعے مشابہ حروف کو باہم متمیز کر دیا۔ خیال رہے کہ ان اٹھائیں حروف کے (ان کی آوازوں کے لحاظ سے) نام پہلے سے الگ الگ موجود تھے، صرف ان کی کتابت کی شکلیں اٹھارہ تھیں (مثلاً ”ح“ کو ہی ج ح خ کتے تھے) حروف پر اس قسم کے نقطے لگانے کے عمل کو اعجام کہتے ہیں۔ حرکات اور اصوات کے لئے (دوئی کے رائج کردہ) نقطوں کے برعکس، اعجام کے نقطے اسی سیاق سے لگانے تجویز ہوئے جس سے اصل متن لکھا گیا ہو (۲۸) کتابت مصاحف میں حروف کی باہم پہچان اور تمیز کے لئے یہ دوسری اصلاحی کوشش تھی۔

۱۳۔ ان دونوں قسم کے نقطوں میں فرق کرنے کے لئے الگ الگ اصطلاحات تھیں۔

پہلے (ابوالاسود والے) طریقے کو نقط الحركات، نقط الاعراب یا نقط الشكل کہتے تھے۔ جب کہ دوسری قسم (نصر اور یحییٰ کے طریقے پر حروف کے نقطے لگانے) کو نقط الاعجام کہتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ نصر اور یحییٰ سے بہت پہلے — بلکہ دورِ صحابہؓ یا شاید اس سے بھی پہلے — نقط الاعجام موجود تھا۔ اس نظریے کے موافق اور مخالف دلائل موجود ہیں (۲۹) تاہم یہ بات یقینی ہے کہ نقط الاعجام للتمیز بین الحروف المتشابهة کا استعمال اگر پہلے موجود بھی تھا تو بہت کم اور نادر ضرور تھا۔ مصحف (قرآن

مجید کی کتابت میں اس نقط (الاعجام) کا استعمال یحییٰ اور نصر نے ہی بحکم حجاج شروع کیا۔ اور حجاج نے اس مفید ”اصلاح“ کے نفاذ کے لئے اپنی حکومت کی پوری مشینری اور اپنی ساری انتظامی صلاحیتوں کو صرف کیا (۳۰) اسی وجہ سے مؤرخین خط نقط اعجام کے اس طریقے کو ”حجاج کا طریقہ“ کہتے ہیں جب کہ رنگ دار نقاط برائے حرکات کے طریقے کو ”ابوالاسود کا طریقہ“ کہتے ہیں۔ (۳۱)

۱۴۔ اس فن کی کتابوں میں مختلف حروف کے لئے مختلف تعداد کے نقطے (ایک، دو یا تین) اور ان کی جگہیں (اوپر یا نیچے) مقرر کرنے کی دلچسپ وجہ اور اعجام کی مختلف صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ (۳۲) البتہ ایک اور بات جو خصوصاً قابل ذکر ہے، اگرچہ اس کا تعلق براہ راست علامات ضبط سے نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ نصر اور یحییٰ نے حروف تہجی کی روایتی ابجد ہوز حطی والی عبرانی ترتیب بدل کر ان کو تقریباً یہ ترتیب دی، جو اب تک ہمارے ہاں رائج ہے۔ ترتیب میں یہ تبدیلی دراصل اس مقصد کیلئے عمل میں لائی گئی تھی تاکہ یکساں صورت والے حروف کو یکجا کیا کر دیا جائے۔ (۳۳)

۱۵۔ ابوالاسود کے نقطوں کی طرح یحییٰ اور نصر یا حجاج کے نقاط حروف اور ترتیب تہجی بھی حجاز کے راستے مغرب میں بھی قدرے اختلاف یا تنوع کے ساتھ اختیار کر لئے گئے مثلاً مغرب میں ”ف“ کے سرے کے نیچے ایک نقطہ ”ف“ اور ”ق“ کے اوپر ایک نقطہ ”ق“ اختیار کیا گیا (۳۴) وہاں کسی لفظ کے آخر پر واقع ہونے کی صورت میں فن اور ی کو کسی قسم کے علامتی نقطوں کے بغیر لکھا جانے لگا۔ اسی طرح اہل مغرب (خیال رہے اسلامی تاریخ میں مغرب سے مراد مصر کے علاوہ تمام افریقی ممالک اور اندلس ہوتے ہیں۔ آج کل صرف مراکش کو بھی مغرب کہہ لیتے ہیں) کے ہاں عربی کے حروف تہجی کی ترتیب بھی مختلف رائج ہو گئی۔ اہل مشرق (مصر اور تمام ایشیائی ممالک) میں تو یہ ترتیب یوں ہے : اب ت ث ج ح خ ذ ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ (بعض جگہ ہ و) اوری۔ اس کے برعکس مغرب میں ر ز کے بعد سے یہ ترتیب اختیار کی گئی : ط ظ ک ل م ن ص ض ع غ ف ق س ش ہ و ی۔ (۳۵)

۱۶۔ عباسی دور کے ابتدائی کئی برسوں — بلکہ تقریباً ایک صدی تک — کتابت

مصاحف کا یہی طریقہ رائج رہا (یعنی حرکات بذریعہ رنگ دار نقاط اور حرفوں کے نقطے مقابلاً ان سے ذرا چھوٹے مگر کتابت متن والی سیاہی سے لکھنا)۔ تاہم یہ دودو قسم کے نقطے لکھنے اور پڑھنے والے، ہر دو کے لئے صعوبت اور التباس کا سبب بنتے تھے۔ اس لئے آہستہ آہستہ اعجام کے نقطے محض قلم کے قط کے برابر ہلکی تر چھلی لکیروں کی صورت میں ظاہر کئے جانے لگے۔ (۳۶) البتہ جب عربی خط میں تحسین و جمال کے پہلو ظاہر ہوئے اور مختلف حسین و جمیل اقلام (اقسام خط) ایجاد ہوئے تو نقطہ اعجام کے لئے بھی، تحریر کے حسن و جمال اور حروف کے ہندسی تناسب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، مناسب قط اور نقاط کی وضع اور شکل کے لئے بھی خوشحالی کے قواعد مقرر کر لئے گئے۔

۱۷۔ دریں اثناء ابوالاسود اور یحییٰ و نصر کے تلامذہ اور متبعین نے اس طریقہ (نقطہ الاعراب) کو درست دیکھتے ہوئے کچھ مزید علامات وضع کیں (اگرچہ ان واضعین کے نام تاریخ نے محفوظ نہیں رکھے) مثلاً ”سکون“ کے لئے چھوٹی سی افقی (سرخ) لکیر یا ریک قلم سے حرف کے اوپر یا نیچے مگر اس سے الگ لگانے لگے۔ (۳۷) اسی طرح ”تشدید“ کے لئے حرف کے اوپر قوس کی افقی شکل (۱) کا نشان اختیار کیا گیا جس کے دونوں سرے اوپر اٹھے ہوتے تھے۔ حرف متون پر فتح (زبر) کی صورت میں سرخ نقطہ اس قوس کے اندر (ن)۔ کسرہ (زیر) کے لئے نیچے (ب) اور ضمہ (پیش) کے لئے یہ نقطہ قوس کے دائیں سرے کے اوپر لگاتے (ن)۔ پھر کچھ عرصہ بعد علامت تشدید والی قوس (۱) پر حرف متون کی حرکت کے لئے نقطہ لگانا ترک کر دیا گیا اور اس کی بجائے مشدّد مفتوح حرف کی صورت میں ”قوس تشدید“ حرف کے اوپر (۱) اور مکسور مشدّد کے لئے حرف کے نیچے الٹی قوس (۲) اور مشدّد مضموم کے اوپر اوندھی شکل کی قوس (۳) بنانے لگے۔ (۳۸) اس کے بعد علامت تشدید کے طور پر صرف دال مقلوبہ (ع) بھی استعمال ہونے لگی۔ (۳۹)

۱۸۔ ابوالاسود ہی کے طریق نقطہ کے تتبع میں ”حمزة الوصل“ کے لئے زرد رنگ کا نقطہ اور ”همزة القطع“ کے لئے سرخ رنگ کا نقطہ اور بعض دفعہ همزة الوصل کے لئے سبز رنگ کا نقطہ اور همزة القطع کے لئے زرد رنگ استعمال ہوتا تھا۔ (۴۰) ان علامات کے استعمال میں

بعض علاقائی ممیزات بھی ہوتے تھے، مثلاً عراق اور شام میں ہمزہ کے لئے سرخ نقطہ (حرکات کی طرح) رائج تھا جب کہ مدینہ منورہ، بصرہ اور بلاد مغرب میں ہمزہ کیلئے زرد رنگ کے نقطہ کا رواج تھا۔ اس فرق کی وجہ سے آج بھی ہم کسی قدیم مصحف کے علاقہ کتابت یا زمانہ کتابت کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔^(۴۱)

۱۹۔ اسی طرح تجویدی ضرورتوں کے مطابق اخفاء، اظہار، ادغام، انقلاب، کتابت ہمزہ کی مختلف صورتوں، ہمزہ اور الف یا دو ”واو“ یا دو ”یا“ کے اجتماع، زائد حرف کی شناخت اور ”لا“ میں لام اور الف کی تعیین وغیرہ جیسے امور کیلئے علامات اور ان کے استعمال کے تفصیلی قواعد وجود میں آئے۔ حتیٰ کہ یہ نظام نقط قرآن کریم کی تمام تجویدی اور

صوتی ضروریات کیلئے خود کفنی ہو گیا اور اس کو ایک مخصوص فن بنا دیا گیا، جس کی تفصیلات پر مستقل کتابیں لکھی گئیں، جن کا ذکر ہم ابھی آگے چل کر کریں گے۔ یہ بات یاد

رہے کہ ابوالاسود یا ان کے متبعین کی وضع کردہ علامات ضبط ہمیشہ متن کی سیاہی سے مختلف رنگ (عموماً سرخ) میں لکھی جاتی تھیں۔ نیز یہ نظام نقط زیادہ تر صرف کتابت مصاحف میں استعمال ہوتا تھا^(۴۲) اور الدانی کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بالعموم

کاتب متن ایک شخص ہوتا تھا اور ناقط دوسرا شخص ہوتا تھا۔ اگرچہ بعض دفعہ کاتب اور ناقط ایک ہی شخص بھی ہوتا تھا^(۴۳) اب بھی دنیا میں اس طریق نقط و شکل کے مطابق لائے ہوئے مصاحف کی خاصی تعداد مختلف جگہوں پر محفوظ ہے اور اگرچہ اصل تک تو بہت کم

آدمیوں کی رسائی ہو سکتی ہے تاہم عصر حاضر کی طباعتی سہولتوں کی بنا پر اس قسم کے مصاحف سے رنگ دار نمونے مطبوعہ شکل میں مختلف کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں اور ان کے ذریعے نقط حرکات اور نقط اعجام کے قواعد کی عملی تطبیقات کو سمجھا جاسکتا ہے۔^(۴۴)

۲۰۔ نقاط کی مشابہت سے پیدا ہونے والے التباس کے امکان کو کم کرنے کے لئے اور

کتابت میں بیک وقت متعدد سیاہیوں کے استعمال کی صعوبت سے بچنے کے لئے ایک اور

اصلاح کی ضرورت محسوس ہونے لگی^(۴۵) مشہور نحوی اور واضع علم العروض الخلیل بن احمد الفراهیدی (م ۷۰ھ) نے وقت کی اس ضرورت کو نئی علامات ضبط ایجاد کر کے پورا کیا

اور کسی دو علامت ضبط میں جو کم و بیش آج بھی ہر جگہ نہ صرف کتابت مصاحف میں

بلکہ کسی بھی مشکوٰۃ عربی عبارت کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔

۲۱۔ التخلیل نے نقطہ اعجام کو متن کی سیاہی سے لکھنا اسی طرح برقرار رکھا بلکہ اس نے حروف کے نقطوں کی تعداد اور ان کی جگہ کے تعین کے اسباب و علل بھی بیان کئے (۱۷۳) البتہ اس نے الشکل بالنقاط کی بجائے الشکل بالحركات کا طریقہ ایجاد کیا۔ یعنی فتح (زبر) کیلئے حرف کے اوپر ایک ترچھی لکیر (ـ) کسرہ (زیر) کیلئے حرف کے نیچے ایک ترچھی لکیر (ـ) اور ضمہ (پیش) کے لئے حرف کے اوپر ایک مخفف سی واؤ کی شکل (ـ) لگانا تجویز کیا اور ثنویں کیلئے ایک کی بجائے دو دو حرکات (ـ) مقرر کیں۔

☆ ان حرکات ثلاثہ کے علاوہ التخلیل نے پانچ نئی علامات ضبط ایجاد کیں یا ان کے لئے (حرکات ثلاثہ کی طرح) ایک نئی صورت وضع کی۔ التخلیل کی علامات دراصل حرکت کی صوتی مناسبت کے کسی باریک سے حرف یا علامت کے نام یا اس کے کسی حصے کی مخفف شکل تھیں۔ گویا ہر علامت ضبط اپنے مدلول پر دلالت کرتی تھی (ابو الاسود والے طریقے میں دال اور مدلول میں ایسی کوئی مناسبت نہیں تھی) مثلاً التخلیل نے فتح کے لئے ”الف“ صغیرہ مبسوۃ (چھوٹا سا ترچھا الف) کسرہ کے لئے ”یاء“ کا مخفف سرا (ـ) اور ضمہ کے لئے ”واؤ“ کی مخفف صورت (اختیار کی (۱۷۸) اسی طرح اس نے سکون کے لئے حرف ساکن کے اوپر ”ہ“ یا ”د“ کی علامت وضع کی جو لفظ ”جزم“ کے ج یا م کے سرے کا مخفف نشان ہے۔ شدہ یا تشدید کیلئے اس نے حرف مشدد کے اوپر ”و“ لگانا تجویز کیا جو ”ش“ کے سرے سے ماخوذ ہے۔ مدہ یا تمدید کے لئے حرف مدود کے اوپر ”سہ“ کی علامت اختیار کی جو دراصل خود لفظ ”مد“ ہی کی دوسری یا مخفف شکل ہے۔ اسی طرح ”ہمزۃ الوصل“ کے لئے الف کے اوپر ”صہ“ یعنی ”صلہ“ کے ”ص“ کی ایک صورت اور ہمزۃ القطع کیلئے ”ء“ کی علامت وضع کی جو حرف عین (ع) کے سرے سے ماخوذ ہے (۱۷۹) کہتے ہیں کہ التخلیل نے ”رزم“ اور ”اشام“ کے لئے بھی علامات وضع کی تھیں (۱۸۰)۔

۲۲۔ التخلیل کی ایجاد کردہ علامات کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں کتابت کے لئے دو سیاہیاں استعمال کرنا لازمی نہ تھا بلکہ متن (قرآن) اور علامات ضبط سب ایک ہی

سیاہی سے لکھے جانے لگے۔ اس سے کتابت میں صعوبت اور قراءت میں التباس کے امکانات کم تر ہو گئے، اس لئے یہ طریقہ بہت جلد مقبول ہو گیا۔ آج کل دنیا بھر میں کتابت مصاحف کے لئے علامات ضبط کا یہی طریقہ رائج ہے۔ البتہ ضرورتاً — اور بعض جگہ رواجاً — اس میں مزید اصلاحات اور ترمیمات کا عمل جاری رہا۔ مثلاً افریقی ممالک کے مصاحف میں اور برصغیر یا وسط ایشیا کے خط ہمار میں لکھے ہوئے مصاحف میں یہ حرکات ترچھی ڈالنے کی بجائے بالکل افقی ڈالی جاتی ہیں۔ چین میں تشدید ”د“ کی بجائے ”س“ کے سرے کے دو دندانے لکھ کر آخر میں ذرا کھینچ دیتے ہیں ”د“ اسی طرح ضمہ کی تشکیل بھی بعض ممالک میں مختلف ہوتی ہیں [مثلاً ۶ و ۷ و ۸ وغیرہ]۔ مگر یہ سب تحلیل ہی کے طریقے کا متبع یا تنوع ہے۔ تحلیل کی وضع کردہ علامات ضبط، کتابت مصاحف میں علامات ضبط کی اصلاح یا تحلیل کی تیسری کوشش تھی جو ایک بڑے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ (۵۱)

(جاری ہے)

حواشی

- ۱۔ مختلف روایات کے حوالوں کے لئے دیکھئے غانم ص ۳۹۱ اور ابو الاسود کی شخصیت کے تعارف کے مصادر کے لئے اسی (غانم) کا ص ۹۸-۹۹ (حواشی نمبر ۳۳ تا ۳۱۴) نیز الاعلام جلد سوم ص ۳۴۰-۳۴۱
- ۲۰۔ حوالہ مذکورہ بالا نیز قصہ ص ۵۲، غانم ص ۵۰۱ بعد اور المحکم ص ۴۰ بعد۔
- ۲۱۔ الکر دی ص ۸۵، المحکم (مقدمہ محقق) ص ۲۹-۲۸
- ۲۲۔ اس موضوع پر مفصل اور دلچسپ بحث کے لئے دیکھئے غانم ص ۱۶-۵۰۹
- ۲۳۔ المقنع ص ۱۲۵
- ۲۴۔ ایک مدت تک بعض اہل علم قرآن کے ہر ایک حرف پر علامت ضبط لگانے کے مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ علامت ضبط صرف التباس سے بچنے کے لئے لگانی چاہئے۔ دیکھئے المصاحف ص ۱۴۴ نیز اس موضوع پر ذرا تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے غانم ص ۵۲۴ بعد۔
- ۲۵۔ الکر دی ص ۸۷، الجبوری ص ۱۵۳
- ۲۶۔ المنجد ص ۱۲۷
- ۲۷۔ صفدی ص ۱۳
- ۲۸۔ قصہ ص ۵۲، الزنجانی ص ۹۰
- ۲۹۔ صفدی ص ۱۳، غانم ص ۵۳۸ بعد اور المنجد ص ۱۲۵ بعد۔ المورد ص ۱۲

۳۰۔ فضائی ص ۱۳، لکرو دی ص ۹۵ نیز صفدی ص ۱۳

۳۱۔ لنگر (۱) ص ۲۰ بعد جہاں 1b اور اس کے بعد متعدد اندراجات میں یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ نیز صفدی ص ۱۴

۳۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ابن درستی ص ۵۴، بعد، المحکم ص ۳۵، بعد، لکرو دی ص ۹۵-۹۴، غانم ص ۵۵۶، بعد اور فضائی ص ۱۳

۳۳۔ الخط العربی ص ۱۲، الکلاک ص ۵۲، بحوالہ الرافعی، فضائی ص ۱۳۸، غانم ص ۵۷۱، بحوالہ البلوی۔ مؤخر الذکر مرجع میں اس ترتیب جدید کی ضرورت کی طرف نسبت کو محل نظر اور اسے ضعیف ناصف کے ایک غیر مستند قول پر مبنی قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس ترتیب کے بعد از اسلام ظہور اور کم از کم الخلیل بن احمد کے زمانہ (اواخر قرن دوم) تک ”معروف“ ہونے کا قرار بھی کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے نفس المرجع (یعنی غانم) ص ۵۲-۵۱

۳۴۔ اور اس میں سے ایک پر ایک دھچپ بھرہ کے لئے دیکھئے لکرو دی ص ۹۵-۹۴

۳۵۔ المحکم ص ۳۶، المصور ص ۳۳۵ و ۳۳۸

۳۶۔ غانم ص ۵۶۱-۵۶۲، اور اس طرز تحریر کا نمونہ دیکھئے کے لئے دیکھئے لنگر (۱) پلیٹ نمبر ۱۱ و ۱۱۱ اور لنگر (۱۱) کی پلیٹ نمبر ۸۔ نیز آربری کی پلیٹ نمبر ۱۵ (مؤخر الذکر رنگ دار نہیں۔ تاہم دونوں قسم کے نقاط کا صاف پتہ چل جاتا ہے)

۳۷۔ المحکم (مقدمہ محقق) ص ۳۹ جہاں رنگ دار نمونہ بھی دیا گیا ہے۔

۳۸۔ الجبوری ص ۱۵۳، لکرو دی ص ۸۷-۸۶، الزنجانی ص ۸۸ اور عبود ص ۴۰، المقنع ص ۱۱۳۰ اس کا نمونہ دیکھئے آربری پلیٹ نمبر (۱) اول

۳۹۔ دیکھئے حوالہ نمبر ۳ مذکورہ بالا۔ نیز دیکھئے یہی کتاب (المحکم) ص ۵۰ بعد اور الطراز ورق ۲۸ الف و ب، جہاں اس کو تشدید اہل مدینہ کہا گیا ہے۔

۴۰۔ الزنجانی ص ۹۰، المحکم ص ۸۴ بعد۔

۴۱۔ المنجد ص ۱۲-۴۲۔ الزنجانی ص ۹۰

۴۳۔ مثلاً المحکم ص ۹ پر بعض مشابہہ نقاط کا ذکر ہے اور اسی کتاب میں متعدد جگہ پر ”نقاط اندلس“ ”نقاط مدینہ“ وغیرہ کا حوالہ موجود ہے۔

۴۴۔ مثلاً دیکھئے آربری پلیٹ نمبر، لنگر (۱) پلیٹ نمبر ۲ اور لنگر (۱۱) پلیٹ نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ اور ۷

۴۵۔ قصہ ص ۵۲، صفدی ص ۱۳، فضائی ص ۱۳۸، لکرو دی ص ۹۱، غانم ص ۵۵۵ بعد۔

۴۶۔ الطراز ورق ۳/ب، ۴/الف۔ نیز اس ”نابزہ عصور“ ہستی کے تعارف اور اس کے اصل

مراجع کے لئے دیکھئے الاعلام ج ۲ ص ۳۶۳ اور جرجی ج ۲ ص ۱۴۲ حاشیہ شوقی ضیف ۷۷-۳۷

۳۷- تفصیل کے لئے دیکھئے المحکم ۳۶-۳۵ اور غانم ص ۵۵۵-بعد

۳۸- الطراز ورق ۵/ب، الکردی ص ۹۱

۳۹- قصہ ص ۵۳، عبود ص ۳۹-بعد، مجلہ الکلیہ ص ۳۳۰، فضاہی ص ۳۹-۳۸ اور غانم ص ۵۸۹-بعد

۵۰- المحکم ص ۶، عبود ص ۳۹ جہاں مصنفہ نے علامت روم و اشنام سے عدم واقفیت کا ذکر کیا ہے

مگر غانم نے ص ۵۰۸، یسویہ تلخیص الخلیل کے حوالے سے ان علامات کی صورت کا ذکر کیا ہے۔

۵۱- دیکھئے حوالہ نمبر ۴۹ مذکورہ بالا۔

ساختہ کر بلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی
عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
مناقب اور آپ کی مطلوبانہ شہادت
کے بیان پر جامع تالیف

شہیدِ مظلوم

■ یہود نے عہدِ صدیقیؑ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستانِ فارس کے
جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا۔

■ وہ آج بھی قاتلِ خلیفہ ثانی ابو لؤلؤ فیروز مجوسی کی قبر کو تبرک سمجھتے ہیں

■ علی مرتضیٰؑ کی طرح حضرت حسینؑ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے

■ سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لیے

امیرِ تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر ارشد احمد

کی دوجامع اور مختصر مگر عام فہم اور متحفظانہ تاریخی کتبوں
کا مطالعہ کیجئے

تعمیرِ شخصیت اور فلاحِ انسانیت (۲)

سید توقیر حسین شاہ

فلاحِ انسانیت

اسلام فرد کی انفرادیت کو بنیاد قرار دیتا ہے اور اجتماعیت کو فرد ہی کی اصلاح و فلاح کا وسیلہ قرار دیتا ہے۔ سیرت طیبہ کے نقطہ نظر سے فرد کی تربیت کا مقصد اس کی شخصیت کی ایسی متوازن تعمیر ہے جس سے نہ صرف یہ کہ وہ خود صالح بن سکے بلکہ انسانیت کی فلاح اور نشو و نما کا باعث بھی ہو۔ نبی اکرم ﷺ چونکہ پوری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے،

© rasailojaraic

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (سبا : ۲۸)

”اور ہم نے آپ کو ساری انسانیت کے لئے بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔“

لہذا نبی اکرم ﷺ کی سیرت ایسی بے مثال ہے جس میں نہ صرف ایک شخص کی متوازن تعمیر کے لئے بلکہ ساری انسانیت کی فلاح اور نشو و نما کے لئے تعلیمات موجود ہیں۔ آپ نے انفرادی طور پر شخصیت کی تعمیر و تربیت کر کے اسے معاشرے کا فعال فرد بنا دیا جو کہ پوری کی پوری انسانیت کی فلاح کا باعث بنا۔ انبیاء کے ماسوا کوئی عنصر تاریخ میں ایسا دکھائی نہیں دیتا جو انسان کو — پورے کے پورے انسان کو — اجتماعی انسان کو — اندر سے بدل سکا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ کی دعوت نے پورے کے پورے انسان کو، اجتماعی انسان کو، اندر سے بدل دیا اور صبغة اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے بازار تک، مدرسہ سے عدالت تک اور گھروں سے میدان جنگ تک چھائیگا۔ ذہن بدل گئے، خیالات کی رو بدل گئی، نگاہوں کا زاویہ بدل گیا، عادات و اطوار بدل گئے، رسوم و رواج بدل گئے اور انسانیت فلاح کے راستے پر گامزن ہو گئی۔ انسانیت کی شاید سب سے بڑی بد نہی

© rasailojaraic